حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب جو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے صاحبزادے اور دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم اور استاذِ حدیث ہیں، نے اپنی ڈائری میں حضرت الشیخ رحؒ کے آخری ایام کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں، ذیل میں اُن کی تلخیص پیشِ خدمت ہے

۲ ستمبر:۔ نمازِ جمعہ کے بعد حضرتؒ کو خلافِ عادت بار بار پیشاب کی تکلیف ہوئی مگر اس کے باوجود حضرتؒ کے حکم پر انہیں چارپائی سے اُتار کر وضو کرایا گیا اور کرسی پر بیٹھ کر کمرہ میں جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ شدتِ تکلیف کے باوجود عیادت کرنے والوں کا سلسلہ جاری تھا، چہرہ ہشاش بشاش، آنے والوں سے خندہ جبینی سے مل رہے تھے، لبوں پہ پیاری مسکراہٹ تھی، ملاقات کرنے والوں سے بڑی خوشی سے پیش آتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ صحت میں بہتری کے آثار دیکھ کر میں نے کچھ وقت کے لیے گھر جانے کا ارادہ کیا، حضرتؒ نے ڈھیروں دُعائیں دیں۔ برخوردارم حافظ سلمان الحق کو رخصت کرتے وقت پانچ روپے دیئے اور فرمایا کہ یہ اپنے چھوٹے بھائی بلال کو دے دو کہ وہ چند دنوں سے بیمار ہے۔

۳ ستمبر:۔ دوسرے دن یعنی ہفتہ کی صبح جب دارالعلوم حقانیہ آیا تو مکہ مکرمہ سے ایک دوست حضرت مولانا محمد سعید صاحب (جو مدرسہ صولتیہ میں مدرس ہیں) تشریف لائے تھے، آپ نے حضرتؒ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، اس لیے چند اسباق پڑھانے کے بعد موصوف کی رفاقت میں ہم ہسپتال حاضر ہوئے، حضرتؒ کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی خدام نے سمجھایا کہ حضرتؒ کی طبیعت خراب ہے اس لیے کسی مہمان سے ملانے کی کوشش نہ کریں، یہ حالت دیکھ کر سخت تشویش لاحق ہوئی، خاموشی سے ہاتھ ملانے کے بعد حضرتؒ کی چارپائی کی ایک طرف حددرجہ غمگین حالت میں بیٹھ گیا۔ حضرتؒ پہ جذب و کیف کا عالم تھا اور بلند آواز سے امن و محبت اور آشتی کی تلقین فرماتے رہے، ترغیب و ترہیب کے انداز میں ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کے حوالے بھی دیتے رہے۔ جب مہمانوں کا تعارف کرایا گیا تو ان سے معانقہ کیا، کچھ دیر کے بعد جب مہمان رخصت ہونے لگے تو حضرتؒ نے خوب دعائیں دیں۔ مہمانوں کے ساتھ چند قدم چلنے کے بعد جب میں واپس خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی کہ ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا ہے، اس لیے اگر آپ آرام فرمائیں تو اچھا ہوگا۔ آپ کچھ وقت کے لیے بستر پر لیٹ گئے لیکن جلد ہی دوبارہ اٹھ کر چارپائی پہ بیٹھے اور اتفاق و اتحاد کی باتیں شروع کیں، اس دفعہ بیان میں فصاحت و بلاغت کا انداز غالب تھا، بڑے انہماک سے میٹھی میٹھی باتیں فرماتے رہے۔ تکلیف شدت کی تھی، ڈاکٹروں کا بار بار آرام کا مشورہ تھا، اس تکلیف کے باوجود جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو بڑے اطمینان، خشوع و خضوع اور مکمل توجہ سے نماز پڑھی۔

۴ ستمبر:۔ دو راتوں کی مسلسل بے خوابی اور بے آرامی کے باوجود صبح جب آپ کو چائے پیش کی گئی تو طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے پہلے تو انکار کیا لیکن ہمارے اصرار کے بعد ایک پیالی چائے پی لی۔ شام کے وقت سینہ میں درد کی تکلیف محسوس ہوئی۔ ہم نے سمجھا شاید یہ وہ دائمی تکلیف ہے جو حضرتؒ کو وقتاً عارض ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات تدریس کے درمیان بھی یہ تکلیف محسوس ہوتی تو آپ زبان کے نیچے گولی رکھ لیتے تو یہ تکلیف دور ہوجاتی۔ لیکن اب کی دفعہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس درد میں اضافہ معلوم ہو رہا تھا، چنانچہ ہم نے ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا، ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد یہ مشورہ دیا کہ حضرتؒ کو دل کی نگہداشت والے یونٹ میں منتقل کیا جائے، چنانچہ مغرب کے بعد آپ کو متعلقہ وارڈ میں منتقل کیا گیا، ای سی جی کرانے کے بعد رات دیر تک برادرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، برادرم محمود الحق اور بندہ خدمت میں حاضر رہے، طبیعت میں سکون محسوس ہونے پر معمولی کھانا آپ کو کھلایا گیا تاہم رات تکلیف کی حالت میں گذاری۔

۵ ستمبر:۔ صبح کے وقت چائے پلائی گئی، ڈاکٹروں کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ ابھی حالت بہتر ہے، برادرم محمود الحق نے گھر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے اتفاق و اتحاد کی باتیں شروع کیں، آپ نے فرمایا میں نے اشاعتِ دین کا جو سلسلہ قائم کیا ہے اور جو باغ لگایا ہے تم چاروں بھائی مل کر اس کی حفاظت کرنا۔

شام کے قریب جب مزاج پرسی اور عیادت کرنے والوں کا سلسلہ شروع ہوا، جو صاحب بھی آتے حضرتؒ خندہ جبینی سے ہاتھ ملاتے، وارِدین کی سعادت دارین کی دعا کرتے اور اپنے لیے خاتمہ بالایمان کی استدعا کرتے۔ ای سی جی کے مانیٹر سے منسلکہ تار چونکہ سینہ پر لگی ہوتی تھی، بار بار فرماتے کہ یہ کیا مجھے زنجیروں سے جکڑ رکھا ہے، تاہم اس موقع پر پگڑی باندھے رکھنے کی سُنّت کا اہتمام کرتے رہے برادرم پروفیسر محمود الحق سے فرمایا "میرے بارے میں حکم ہو چکا ہے" دوبارہ فرمایا کہ "فیصلہ ہو چکا ہے"، جب بھائی نے عرض کیا حضرت ایسا تصور نہ کریں تو ارشاد فرمایا "آپ جو سمجھیں فیصلہ بہر حال ہو چکا ہے"۔

۶ ستمبر:۔ سارا دن حضرتؒ پر بے خودی کی کیفیت طاری رہی، آنکھیں بند رہیں، کھانے پینے اور کسی بھی چیز کا تقاضا نہ کیا، ہم فکرمند رہے مگر ڈاکٹر تسلی دیتے رہے، ظہر کے بعد خود ڈاکٹروں کو بھی تشویش ہوئی، مغرب کے قریب آنکھیں کھولیں تو تمام اعزہ و اقارب اور خدام میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، اس موقع پر حضرتؒ کے داماد جناب افسر بہادر خان سے جب حضرتؒ کی شدید علالت کا ذکر ہوا

توانہوں نے فرمایا ـــــ کہ خوشی کی بات تو ہے ہی اور حضرتؒ کے آنکھیں کھولنے کی مبارکباد قبول ہے مگر میں ابھی حضرتؒ کے پاس پہنچا تو میں نے ان سے ایسے کلمات سُنے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کو اپنی رحلت کا نقشہ صاف نظر آرہا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کلمات کیا تھے؟ تو فرمایا حضرتؒ نے پہلے تشہد اور پھر کلمہ طیبہ پڑھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ نیک بخت وہ ہے جس کا خاتمہ بالایمان ہو رہا ہو۔ اور اس کے بعد ایسے نصائح فرمائے جو کہ ایک رخصت ہونے والا باقی اعزہ اور اقارب کو رخصتی کے وقت کہہ رہا ہو۔

اسی روز کچھ دیر بعد محترم صاحبزادہ صاحب آف شیدو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؒ آپ کو دیکھ کر چونک پڑے اور دُور سے دیکھ کر بآوازِ بلند فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! کیا حال ہے؟ جبکہ اس سے قبل کافی عرصہ سے بیماری اور ضعف بصارت کی وجہ سے حضرتؒ کو بتانا پڑتا تھا کہ یہ فلاں صاحب ہیں یا وہ صاحب خود اپنا تعارف کراتے۔

معلوم ہو رہا تھا کہ آخری ایام میں بینائی بحال ہو چکی تھی اور اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ ان آخری دو دنوں میں جب بھی معالجین پوچھتے کہ دل کا کیا حال ہے؟ تو جواب میں فرماتے "دل ٹھیک ہے"۔ حضرتؒ ہمیشہ ڈاکٹروں سے بینائی کے معالجہ کے بارے میں تاکید کرتے کہ درسِ حدیث پڑھا سکوں، مگر ان آخری دو دنوں میں بینائی کی دوائی کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔

۷ رستمبر ۱۹۸۸ء لاہور کے جناب الحاج محمد یٰسین صاحب حضرتؒ سے رخصت لینے کے لیے میرے ساتھ کمرہ میں آئے مگر حضرتؒ آرام فرما رہے تھے۔ حاجی صاحب نے دیکھنے اور زیارت کر لینے پر اکتفاء کیا۔ بعد میں جب حضرتؒ بیدار ہوئے تو از خود حاجی یٰسین صاحب کا پوچھا، پھر ارشاد فرمایا کہیں وہ ناراض نہ ہو گئے ہوں۔

اس حالت میں بھی تواضع اور انکساری کا عالم یہ تھا کہ جب کوئی مہمان کمرے یا وارڈ میں بستر کے قریب آکر بیمار پرسی کرتا تو کچھ لمحے بعد مہمان سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ گستاخی ہو رہی ہے میں چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں اور آپ نیچے کھڑے ہیں یا نیچے بیٹھے ہیں، کوئی کھڑا ہوتا تو اُسے بیٹھ جانے کی تاکید فرماتے۔

آج کے روز ہمیشہ کی نسبت حضرتؒ کی حالت تشویشناک نہ تھی، تاہم فرمایا میرے ساتھ میرے بستر کے قریب رہنا باہر نہ جانا۔ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب کا مجھے وارڈ کے اندر فون آیا جو کہ حضرتؒ کی تسلی بخش حالت کے پیشِ نظر اسلام آباد میں تھے، انہوں نے حضرتؒ کی حالت پوچھی، چونکہ تشویش کی کوئی بات نہ تھی اس لیے میں نے انہیں بتایا کہ حالت بہتر ہے کوئی فکر نہ کریں اور تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔

۲ بجے دوپہر حضرتؒ کے بدن پر لرزہ طاری ہوا جو وقت گذرنے کے ساتھ بڑھتا رہا۔ بخار دیکھا گیا تو ۱۰۱ درجے تک پہنچ چکا تھا، بدن پسینے سے شرابور ہو رہا تھا، تھوڑی سی چائے پلائی گئی تو وہ بھی قے ہو گئی، سوا ایک بجے بخار ۱۰۲ درجے تک بڑھ گیا، معالجین بخار کی شدت کو کم کرنے میں مصروف تھے، ڈیڑھ بجے پھر مانیٹر لگایا گیا تو بخار ۱۰۳ درجے تھا، دل کی کیفیت دیکھنے کے لیے مانیٹر کی طرف دیکھا تو لکیروں سے معلوم ہوا کہ دل کا دورہ شروع ہو چکا ہے، ڈاکٹر کنٹرول کرنے کی کوشش میں لگے رہے، ان کی یہ حالت دیکھ کر میرے قدموں تلے زمین نکلی جا رہی تھی، میرے لیے اب حضرتؒ کے بستر کے قریب کھڑے رہنا ناممکن ہو گیا تھا، دیگر اعزہ و اقارب اور خدام ساتھ رہے کہ تقریباً ایک بجکر چالیس منٹ پر برادرم پروفیسر محمود الحق نے وارڈ سے باہر نکل کر مایوسی کا اظہار کر دیا اور روتے ہوئے خبر دی کہ حضرتؒ رحلت فرما چکے ہیں۔ اور وہاں موجود ساتھیوں کی شہادت کے مطابق زبان پر کلمہ شہادت جاری تھا ـــــ اِس طرح علم و فضل کا یہ عظیم آفتاب و ماہتاب علمی و دینی اور روحانی دنیا کے لاکھوں عقیدتمندوں کو سوگوار چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

اللّٰھم نوّر قبرہٗ وبرّد مضجعہٗ واجعلہ مع النّبیّن والصّدّیقین والشّھداء والصّالحین۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے قریبی عزیز عبدالرب خان جو بیماری کے ایام میں حضرتؒ کے ساتھ ہسپتال میں رہے اور آخری دم تک خدمت انجام دیتے رہے، ہسپتال میں آخری ایام کی روئیداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اگست کے مہینے میں شدید بیمار ہو گئے اور خیبر ہسپتال پشاور میں داخل ہوئے، ڈاکٹروں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا اور ہمیں سختی سے منع کیا کہ مولانا صاحبؒ کے آرام میں کسی قسم کا خلل نہ آنے پائے اور مولانا صاحب سے کسی کو نہ ملنے دیا جائے، یہ بھی ڈاکٹر صاحبان کی ہدایت۔

مہمانوں کا خیال

حضرت الشیخؒ نے ڈاکٹروں کے جانے کے بعد مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحبان تم لوگوں سے کیا کہہ رہے تھے؟ میں نے عرض کیا حضرت! انہوں نے تاکید کی ہے کہ آپ سے کسی کو نہ ملنے دیا جائے۔ مولانا صاحبؒ کچھ دیر تو خاموش رہے پھر تھوڑی دیر بعد مجھے آواز دی اور فرمایا بیٹا میری بات غور سے سُنو! اور اسی پر عمل کیا جائے کیونکہ سب کچھ عمل کرنے میں ہے۔ آپ لوگ نہ ڈاکٹروں کو ناراض کریں اور نہ ہی دیگر عملے کو، لیکن یاد رکھیں کہ جو بھی مہمان آئے مجھ سے ملے بغیر نہ جائے، وہ میری خاطر بیچارے دُور دراز سے آتے ہیں انہیں محروم کرنا بہت بُری بات ہے۔ اور مہمان نوازی میں کنجوسی بھی نہ کرنا، کھانے پینے کا وقت ہو تو خوب کھلایا پلایا کریں کیونکہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ لوگ دُور دراز علاقوں سے محبتیں اور عقیدت لے کر ہمارے پاس آتے ہیں، لہٰذا ہر مہمان سے میری ملاقات ہونے دیجئے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں جو بھی مہمان حاضر ہوتا آپ اُس کے ساتھ دو چار باتیں ضرور کرتے، مہمان کو دعاؤں سے نوازتے اور ساتھ ہی اُس سے اپنے لیے دُعا کی درخواست کرتے۔

طلبہ دار العلوم پر شفقت

دار العلوم حقانیہ سے اگر کوئی طالب علم آتا تو اُس سے کھانے پینے کے بارے میں ضرور پوچھتے کہ تم لوگوں کو مطبخ سے کھانا کیسے ملتا ہے۔ ایک دفعہ ہسپتال میں ایک طالب علم آئے اور انہوں نے ایک حدیث کے بارے میں معلوم کرنا چاہا بلکہ تشریح طلب کی تو مولانا صاحبؒ نے بڑی نرمی کے ساتھ اُسے سمجھایا کہ ہسپتال میں مریض کی بیمار پُرسی کی جگہ ہے حدیثوں کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا۔

حضرت مولانا صاحبؒ مجھے میرے اصل نام عبد الرب کی بجائے عبد البر کہہ کر پکارا کرتے تھے، ابتدائے روز سے اُن کو میرا یہی نام یاد ہو گیا تھا، تو ایک دن میں نے عرض کیا کہ میرا نام عبد الرب ہے تو مولانا صاحبؒ مسکرا دیئے۔ حضرت الشیخؒ کو میں جب کبھی اپنے لیے دعا کے لیے کہتا تو مولانا صاحبؒ فرماتے کہ عبد البر تو میری اتنی خدمت کرتا ہے کہ دل نہیں دُعائیں دیتا ہے، بس تو کچھ صبر کیا کر۔

احوالِ امراض کے بیان میں احتیاط

حضرت مولانا صاحب کے معائنے کے لیے جب بھی ڈاکٹر صاحبان آتے تھے تو مولانا صاحبؒ کی خواہش ہوتی کہ وہ اپنی حالت اور تکلیف خود ہی بیان کریں۔ ہم اگر اُن کو کسی تکلیف کے بارے میں وضاحت کرنا چاہتے تو مولانا صاحبؒ ہمیں منع فرما دیتے۔

صبر و شکر کا مظہر

حضرت مولانا صاحبؒ کبھی کوئی چیز (کھانے کی ہوتی یا پینے کی) از خود نہیں مانگتے تھے۔ ہم جس وقت دے دیتے وہ اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے تھے، اکثر دیر بھی ہو جاتی لیکن وہ خاموش رہتے۔ البتہ جس دن مولانا سمیع الحق صاحب ہسپتال تشریف لاتے تو وہ اصرار کرتے کہ کیا خواہش ہے تو ان سے آڑو منگوا لیتے تھے، ان ایام میں مولانا صاحبؒ کو آڑو بہت پسند تھے۔

نفاذِ شریعت اور افغان مجاہدین

ہم سے اکثر جب مولانا صاحبؒ مولانا سمیع الحق صاحب کے بارے میں پوچھتے کہ اس کا کوئی بیان وغیرہ تو اخبار میں نہیں آیا؟ تو ہم از راہ مذاق پوچھتے کہ حضرتؒ شفقتاً تو نہیں چاہئیں تو ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد نفی کرتے۔ میں ہسپتال میں روزانہ حضرت مولانا صاحبؒ کو اخبار کی سُرخیاں سُناتا اور جہاں کہیں وہ وضاحت چاہتے تھے وہ خبر ذرا تفصیل سے پڑھتا، خاص کر انہیں افغان مجاہدین کی خبر اور مولانا سمیع الحق کی شریعت بل کے بارے میں جدوجہد کا بیان سُن کر بہت خوشی ہوتی تھی اور بہت دُعائیں دیتے تھے۔

نماز کا اہتمام

حضرت مولانا صاحبؒ کی کوشش ہوتی کہ اس حالت میں بھی ہر نماز کے لیے وضو کریں اور ہر نماز باجماعت پڑھنے کی کوشش کرتے۔ مغرب کی نماز اکثر کمرے سے باہر نکل کر کھلے صحن میں نماز باجماعت پڑھتے جس میں کافی خوش بخت مریض اور تیمار دار بھی شریک ہو جاتے۔ نماز کے بعد ہم انہیں چند قدم چہل قدمی کراتے تھے۔ تہجد کی نماز بیماری کے باوجود پڑھتے تھے اور رات بھر روتے رہتے تھے۔

خوش طبعی

چونکہ ہسپتال میں ہم لوگ دن رات حضرت مولانا مرحوم کے پاس رہتے تھے تو مولانا صاحب کبھی کبھار جب موڈ میں ہوتے تو فرماتے کہ تم لوگ میری بیماری سے تنگ آچکے ہو اس لیے اکثر مجھ سے پوچھے بغیر چلے جاتے ہو۔

نفاذِ شریعت کی مساعی سے دلچسپی

میں نے ایک دن از راہِ مذاق عرض کیا کہ ہمیں تو آپ سرسری دعائیں دیتے ہیں اور اصل دُعائیں صرف مولانا سمیع الحق کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں سب کے لیے ایک جیسی دعائیں کرتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ مقام و رفعت، دینی خدمت، دولت، گاڑیوں اور عزت و شہرت کی دعائیں بھی صرف مولانا سمیع الحق کے لیے کرتے ہیں، تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ سمیع الحق مجھے بہت پسند ہے، وہ ایک مردِ مجاہد ہے اور اپنے باپ کا نام روشن کر رہا ہے، اور اگر کوئی اسے بُری نظر سے دیکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھے بُری نظر سے دیکھتا ہے، اور جو کوئی اُسے نظرِ بد سے دیکھتا ہے اور اس کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ ایسا ہے جو میرے ساتھ کرتا ہے، اور آپ سب میرے ساتھ مل کر دعا کریں کہ شریعت کی شمع سمیع الحق کے ہاتھوں روشن ہو۔

صبر کی تلقین

پھر میں نے عرض کیا کہ اس بار جب چن لالا (مولانا سمیع الحق اپنے خاندان میں اس لقب سے معروف ہیں) آجائیں تو انہیں تاکید کریں کہ وہ عبد الرب کا کام کر دیں۔ تو فرمانے لگے صبر کریں انشاء اللہ تمہارا کام ہو جائے گا، مجھے اپنے اللہ سے بہت اُمیدیں ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور ساتھ ہی مجھے وظیفہ بتایا کہ یہ پڑھا کریں آپ کا کام ہو جائے گا۔

شیطان کے جہنمی ہونے کا فیصلہ اٹل ہے

ایک دن ملک کے مایہ ناز معروف ڈاکٹر ناصر الدین اعظم جو حضرتؒ کے برسہا برس سے معالج تھے اور حضرتؒ سے باپ کی طرح محبت اور عقیدت رکھتے تھے، حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں ایک عجیب سی الجھن میں مبتلا ہوں، آیا ہوں بیمار پرسی کے لیے لیکن اگر حضرتؒ بُرا نہ مانیں تو میری اُلجھن دور کر دیں، کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم اور رحمٰن و رحیم و کریم ہے، مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں شیطان توبہ کر لے کیونکہ توبہ کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ کر دیں ورنہ ہم جیسے گنہگاروں کا (جو شیطان کی وجہ سے غفلت میں پڑے ہیں) کیا بنے گا۔ تو حضرت مولانا عبد الحقؒ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اُس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی کیونکہ وہ بے نیاز ہے، باقی رہی شیطان کی بات تو وہ فیصلہ اٹل ہے، وہ جہنمی ہے، جہنمی ہوگا اور جہنمی رہے گا، توبہ کے لیے خداوند کریم نے اُسے آخری موقعہ بھی دیا تھا مگر وہ نہ مانا، اب اُس کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے اور اس طرح کی اُلجھنیں پیدا کرے، آپ اس طرح کی باتوں پر دھیان نہ دیا کریں، استغفر اللہ

شرت سے پڑھا کریں۔

علماء کا احترام جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہمیں سختی سے منع کیا گیا تھا کہ کوئی مہمان مجھ سے ملے بغیر نہ جانے دیا جائے۔

اسی طرح ایک دفعہ مولانا صاحبؒ کی طبیعت زیادہ خراب تھی تو اس وقت کے صوبائی وزیر مولانا عبدالباقی صاحب تشریف لائے۔ سہ پہر تین بجے کا وقت تھا، میں نے عرض کیا کہ مولانا صاحبؒ کی زیارت کر لیں البتہ نیند سے نہ جگائیں کیونکہ آج طبیعت بھی ٹھیک نہیں، مہمان بھی بہت آئے ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے بھی کچی نیند سے بیدار کرنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے خالی زیارت کی اور چلے گئے، شام کو دوبارہ آئے تو ذکر کیا کہ میں دوپہر کو آیا تھا لیکن آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اس لیے چلا گیا، اب دوبارہ حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اُن کو بار بار آنے پر بہت دُعائیں دیں اور فرمایا کہ میں تو ایک کمزور اور عاجز و گنہگار آدمی ہوں آپ نے بڑی عزت بخشی، اللہ آپ کو اس کا اجر دے۔ مولانا عبدالباقی صاحب کے جانے کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ مولانا صاحب کس وقت تشریف لائے تھے، میں نے بتا دیا تو فرمانے لگے کہ تم نے مجھے جگا دیا ہوتا! میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ خود آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے۔

ظرافت طبع ایک دن مولانا سمیع الحق صاحب اسلام آباد سے اپنے ساتھ سوپ (یخنی) لے کر آئے تھے، شام کو واپس چلے گئے، تو مولانا صاحبؒ نے سوپ (یخنی) بڑے مزے سے پی اور ہم لوگوں نے بھی۔ پھر مجھ سے خوش طبعی کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ تم ویسے ہی سمیع الحق سے ناراض ہو رہے تھے دیکھو ہمارے لیے سوپ (یخنی) لے کر آیا اور وہ بھی اسلام آباد سے! میں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے لیے نہیں لائے آپ کے لیے لائے ہیں۔ تو فرمانے لگے کہ اس وقت ہم سب ایک جگہ پر ہیں اگر وہ میرے لیے لاتے تو تھوڑی سے لے کر آتے لیکن اس نے تم لوگوں کا بھی خیال رکھا ہے۔ اس طرح ہم کبھی کبھار مذاق کیا کرتے تھے۔

ایک دن انٹیلی جنس کا ایک آفیسر آیا اور ہمیں یہ پیغام دیا کہ مولانا سمیع الحق صاحب کو پیغام دے دیں کہ کل وزیر اعلیٰ سرحد جنرل فضل حق صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ اتفاق سے مولانا سمیع الحق صاحب اُسی شام کو ہسپتال آئے لیکن اگلے روز انہیں پھر ایک ضروری میٹنگ کے سلسلہ میں اسلام آباد واپس جانا تھا مولانا سمیع الحق صاحب رات گئے گھر تشریف لے گئے اور صبح سویرے دوبارہ ہسپتال تشریف لائے اور مولانا صاحبؒ کے کپڑوں اور پگڑی وغیرہ کو تبدیل کرنے کے لیے کہا اور مجھے بازار بھیجا کہ جاؤ کسی حجام کو لے آؤ تا کہ حضرتؒ کی حجامت بھی درست کر دی جائے کیونکہ کافی دنوں سے ہسپتال میں ہونے کی وجہ سے سُنت وغیرہ نہیں بنائی تھی۔ جمعہ کا دن تھا اسلئے کوئی حجام نہ ملا تو وہ خود ہی بازار چلے گئے اور چند ریزر خرید کر لائے اور خود ہی اپنے عزیز شفیق الدین فاروقی صاحب کے ساتھ مل کر مولانا صاحبؒ کی مونچھیں وغیرہ ٹھیک کیں اور ان کے سر کے بال مونڈے۔ مولانا سمیع الحق صاحب جنرل فضل حق کا انتظار کیے بغیر پھر اپنی میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد چلے گئے۔

وزیرِ اعلیٰ سرحد کو جہادِ افغانستان کی حمایت کی تاکید جنرل فضل حق صاحب جب آئے تو مولانا صاحبؒ نے پہلے جنرل ضیاء الحق (جو ۱۷ اگست کو شہید کیے گئے) کے لیے دعا کی اور وزیر اعلیٰ سرحد جنرل فضل حق سے کہا کہ تم شہید جنرل کے بہترین دوست ہو اور اس نے جس ہمت سے جہادِ افغانستان کی راہ میں قربانی دی آپ کا یہ فرض ہے کہ جہادِ افغانستان کو آگے بڑھائیں اور میرے ساتھ وعدہ کریں کہ افغان مجاہدین کی حمایت کی بھرپور کوشش جاری رکھیں گے۔ اس پر جنرل فضل حق صاحب نے کہا کہ مولانا صاحبؒ! میں اللہ کی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ میرے لیے بہت عظیم ہیں اور یہ کہ آج ہم جو کچھ بھی ہیں یا افغانستان جو کچھ ہے یہ سب کچھ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور میرا آپ کے ساتھ وعدہ ہے کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں آپ کی ہر بات ماننے کی کوشش کروں گا۔

جنرل صاحب کے ساتھ پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کا رپورٹر اور ایک کیمرہ مین وغیرہ آئے ہوئے تھے۔ کیمرہ مین کو میں نے منع کیا تھا کہ خیال رکھیں مولانا صاحبؒ تصویر کا بُرا مانتے ہیں۔ وہ بیچارا اپنے زاویئے بدلتا رہا، آخر جنرل صاحب بھی تنگ آ گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ سے مؤدبانہ طریقے سے گذارش کی کہ یہ فوٹوگرافر ہمیں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گا، لیکن چلتے ہمیں اجازت دیدیں، حضرتؒ سمجھے کہ اب تصویر بنانے والے ہٹ گئے ہیں، لہٰذا انہوں نے اُٹھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے اور فوٹوگرافر نے اسی حالت میں تصویر اُتار لی جو دوسرے دن اخبارات میں چھپ گئی۔ اور یہ میرے خیال میں حضرتؒ کی زندگی کی آخری تصویر تھی جو جنرل صاحبؒ کے ساتھ اُتری۔

ہم نے جنرل صاحب سے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے حلقۂ انتخاب تحصیل نوشہرہ کو دوسرے حلقے میں تقسیم کر کے حضرتؒ کے فدائی ووٹروں کو ہم سے الگ کر دیا اور ہمیں بہت نقصان پہنچایا جبکہ ہمیشہ سے حضرتؒ انتخاب جیت رہے تھے اور ایسا شاید کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر کیا کہ حلقہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا اور ہمارے حلقے میں چارسدہ کا حلقہ کاٹ کر شامل کیا گیا جو سُرخپوشوں کے زیرِ اثر تھا۔۔۔ جنرل صاحب چلے گئے تو مولانا صاحبؒ نے ہم سے پوچھا کہ جنرل صاحب ناراض تو نہیں ہوئے؟ ہم نے کہا ناراضگی کس بات کی؟ ناراض تو ہم ہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ تو فرمانے لگے کہ سب کچھ اللہ کرتا ہے انسان کے بس میں کچھ بھی نہیں مہمانوں کے ساتھ بڑے ادب اور نرمی سے بات کرنی چاہیئے۔

ضیاء الحق کی شہادت پر تاثرات حضرتؒ کو جنرل ضیاء الحق صاحبؒ کے ساتھ جہادِ افغانستان کی وجہ سے محبت تھی، اس لیے جب جنرل ضیاء الحق کے جہاز کو حادثہ پیش آیا تو ہم نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کو حادثہ کے بارے میں نہ بتایا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو تکلیف زیادہ ہو۔ چونکہ میں حضرت مولانا صاحبؒ کو روزانہ اخبار سُنایا کرتا تھا، اس لیے اخبار کے ذریعہ ملکی حالات کے بارے میں بتایا کہ چند دہشت گرد پاکستان میں داخل ہوئے ہیں اور جنرل ضیاء کو قتل کرنے کی سازش

کر رہے ہیں تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ جہادِ افغانستان کی وجہ سے اسلام دشمن قوتیں اس کے پیچھے لگی ہوئی ہیں، اس طرح انہیں ہم نے پہلے ذہنی طور پر تیار کیا، بعد میں مولانا انوار الحق صاحب نے انہیں اس کی شہادت کی خبر سنائی۔

کچھ لوگوں سے طبعی انقباض

ایک دن چند طلباء دوپہر کے وقت حضرتؒ کے کمرہ میں آئے اور کہنے لگے کہ ایک مولانا صاحب ... حضرتؒ کی عیادت کے لیے آنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟ تو کہنے لگے کہ انہوں ... نے کہا ہے کہ پتہ کریں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کس وقت ملاقات کرتے ہیں! میں نے انہیں شام کا وقت دے دیا۔ میں نے شام سے ذرا پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا.... صاحب شام کو آپ کی عیادت کے لیے آرہے ہیں، تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ صاحب نافرمان اور باغی ہیں، میرے پاس کیوں آرہا ہے، ہمارے دل میں ایسے لوگوں کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ فلاں مولانا..... بھی ساتھ آرہے ہیں، تو ان کے بارہ میں فرمانے لگے کہ وہ بدبخت تو علماء اور مولویوں کے دامن پر بدنما داغ ہے ___ جبکہ ایسی سخت بات اور ناگواری کا اظہار حضرتؒ نے زندگی بھر کسی کے بارہ میں بھی نہیں کیا تھا ___ جب یہ دونوں حضرات تشریف لے آئے تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے علیک سلیک کے علاوہ اُن کے ساتھ کوئی بات نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے، حالانکہ انہوں نے کئی بار خاموشی توڑنے کی کوشش کی لیکن حضرت مولانا صاحبؒ کچھ بھی نہ بولے اور تھوڑی دیر بعد وہ چلے گئے۔

جب مولانا شہید احمد تشریف لائے

اسی دوران کرک سے مولانا شہید احمد صاحب سابق ایم این اے تشریف لائے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے ان سے کافی باتیں کیں۔ جہادِ افغانستان کے بارے میں، اُن کی صحت کے بارے میں، اپنی صحت کے بارے میں حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ باقی تکلیفیں تو ہیں ہی لیکن مجھے عورت کی حکمرانی اور بے نظیر کی وجہ سے بہت فکر ہے، دن بدن کمزوری ہوتی جا رہی ہے، اب تو لوگوں کو صحیح طریقے سے پہچان بھی نہیں سکتا۔

مولانا سید محمد یوسف شاہ عرف شاہ جی جو ہسپتال میں علالت کے آخری ایّام میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ رہے، آخری دنوں کی حضرتؒ کی گفتگو، ارشادات استفسارات اور بعض مشاہدات بیان کرتے ہیں

علماء کی عزت بڑھائی

ایک دن جمعیۃ علماء اسلام کے زیرِ اہتمام صوابی میں جلسہ تھا، قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب نے جلسے سے خطاب کیا، میں تو حضرتؒ کے ساتھ تھا، حافظ سعید الرحمن صاحب ہمدنی نے مجھے جلسے کی روئیداد سنائی ہسپتال میں عصر کے بعد حسب معمول ہم لوگ بیٹھے تھے، صاحبزادہ محمود الحق حقانی بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا آج سمیع الحق کہاں ہے؟ تو میں نے صوابی کے جلسے کے حوالے سے وہاں کی رپورٹ پیش کی، ابھی جلسہ کی روئیداد پوری نہیں سنائی تھی کہ حضرتؒ نے جواب میں فرمایا بیٹا! شکر ہے کہ یہ بے چارے (مولانا سمیع الحق صاحب) ہمت کر رہے ہیں، ہم تو بے ہمت لوگ ہیں، چند لمحے خاموش ہو گئے اور پھر مجھے اپنے مخصوص انداز میں دیکھ کر فرمایا کہ بیٹا! اس آدمی نے (مولانا سمیع الحق) علماء کی عزت بڑھائی اور پھر دیر تک دعائیں کرتے رہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

مرض الوفات کے آخری ایام میں ہم عصر کے وقت بیٹھے تھے، تذکارِ مجلس پورے یاد نہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ بیٹا طیارے آ گئے پاکستان پر حملہ کر رہے ہیں، مولانا الیاس محمد عصمت شاہ کاکاخیل بھی بیٹھے تھے، انہوں نے کہا پتہ نہیں آج حضرتؒ کو کیا خیالات آ رہے ہیں۔ بہرحال ہم نے اُس وقت اس بات کو محسوس نہیں کیا صرف اتنا تبصرہ کیا۔ جب صبح اٹھے تو روزنامہ مشرق میں دیکھا کہ افغانستان کے دو طیارے پاکستان میں داخل ہوئے اور دیر میں ایک ہائی سکول پر بمباری کی جس سے ایک لڑکا شہید ہوگیا ہے۔ اُس وقت فوراً میرے ذہن میں یہ آیا: "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید" اور پھر اسی ارشاد کے لگ بھگ جنرل ضیاء الحق شہید اور اُن کے رفقاء کی شہادت کا واقعہ بھی سامنے آیا۔

خود تو معذور ہوں مگر ایک کو وقف کر دیا ہے

ایک دن جے ٹی آئی بلوچستان کے صدر مولانا نجم الدین درویش، بیمار پُرسی کے لیے بلوچستان سے حاضر ہوئے، میں نے تعارف کرایا تو حضرت شیخؒ فوراً متوجہ ہو گئے اور جماعتی صورتحال کا پوچھا کہ بلوچستان کا کیا حال ہے؟ برادرم مولانا نجم الدین درویش نے جماعتی صورتحال پیش کی، جب بات ختم کی تو اخیر میں مولانا نجم الدین نے حضرتؒ سے دعاؤں اور سرپرستی کی درخواست کی تو حضرتؒ نے جواب میں فرمایا کہ بیٹا میں تو معذور آدمی ہوں ایک کو تو ہم نے وقف کیا ہے (یعنی مولانا سمیع الحق صاحب کو) اللہ تعالیٰ اس کو ہمت دیں، آپ لوگ بھی اس سے تعاون کریں، حالات سے مایوس نہ ہوں حالات خود ٹھیک ہو جائیں گے اور ان شاء اللہ یہ قافلۂ حق اپنی منزلِ مقصود تک ضرور پہنچے گا۔ جب مولانا نجم الدین نے رخصت کیلئے کہا تو حضرتؒ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور مولانا نجم الدین کو ۱۰۰ روپے نکال کر دیئے، انہوں نے کہا نہیں حضرت ضرورت نہیں ہے، حضرتؒ نے فرمایا ضرور لیں، جے ٹی آئی والے تو مجاہد ہیں۔

اس طرح میں روزانہ حضرتؒ کو قائدِ جمعیۃ کے دوروں اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کی رپورٹ پیش کیا کرتا تھا تو حضرت شیخؒ دعائیں فرماتے تھے اور اکثر یہی فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا ہم تو بے ہمت لوگ ہیں یہ بیچارا ہمت کر رہا ہے، کچھ نہ کچھ تو حرکت جاری ہے۔

سکواڈرن لیڈر ڈاکٹر سیّد داؤد گیلانی جو کہ پاکستان ایئر فورس میں فلائٹ سرجن ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے سب سے چھوٹے داماد ہیں، جن کو حضرتؒ کے آخری ایّام میں ہسپتال میں حضرتؒ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی، اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں

اگر تم مسجد میں چلے جاتے تو مجھے حضورؐ کی سنّت ادا کرنے کا موقع مل جاتا

حضرت شیخ الحدیثؒ کی رحلت سے تقریباً ایک مہینہ پہلے میں اکوڑہ خٹک اور پھر حضرتؒ کے کمرے میں گیا اور اُن دنوں میرا بڑا بیٹا سید سلیمان بیمار تھا، میں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ بیٹے کو دوائی دی ہے؟ تو انہوں نے جواب نفی میں دیا کہ بھول گئی ہوں۔ انسان ہونے کے ناطے غصّہ آیا، دیکھا تو باہر صحن میں تخت پر حضرتؒ نماز پڑھ رہے ہیں اس لیے از راہِ ادب میں نے کچھ نہیں کہا اور باہر نکلنے لگا، اُس وقت تک حضرتؒ نماز سے فارغ ہو چکے تھے اور میں جُوں ہی تخت تک پہنچا تو حضرتؒ نے عصا کے اشارہ سے مجھے روکا اور ساتھ ہی چارپائی پر بیٹھنے کا حکم دیا، میں بیٹھ گیا تو فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا مسجد میں جا رہا ہوں۔ فرمایا کہ عشاءؔ کی نماز تو تم نے مسجد میں پڑھ لی ہے۔ میں نے کہا ویسے ہی مسجد جا رہا ہوں۔ فرمایا کہ ایک دن حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت علیؓ بھی مسجد تشریف لے جا کر لیٹ گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو مسجد تشریف لے گئے اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ فاطمہؓ کی جگہ میں معافی چاہتا ہوں، جس پر حضرت علیؓ نادم ہوئے اور فوراً گھر واپس تشریف لائے۔ لہٰذا آپ اگر مسجد چلے جائیں تو مجھے بھی حضورؐ کی سنّت پوری کرنے کا موقع مل جائے، مگر بہت ضعیف ہوں۔ یہ سنتے ہی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ساتھ ہی حیران بھی ہوا کہ کمرہ تو بہت دور تھا، میں نے کوئی بات بھی اتنے زور سے نہیں کی تھی کہ حضرتؒ تک پہنچ جائے ــــ تو میں نے حضرتؒ سے کہا کہ بات تو کوئی نہیں ہوئی آپ کو کیسے علم ہو گیا؟ فرمایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تب بھی مجھے علم ہوتا ہے اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے علم ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا جب راضی ہوتی ہو تو دعا کرتے وقت کہتی ہو یا ربِّ محمدؐ! اور جب ناراض ہوتی ہو یا ربِّ ابراہیمؑ، یہاں بھی کچھ ایسا انداز تھا، یہ سنتے ہی مجھے اور بھی ندامت محسوس ہوئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ حضرتؒ صاحبِ کرامت اور اُن کا ایک ایک عمل حضورؐ کی سنّت کے مطابق تھا۔

یہ معمول کی بات نہیں کچھ ہونے والا ہے

حضرتؒ کی رحلت سے چند دن پہلے جب حضرت مولانا سمیع الحق اور ان کے بچے سفرِ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے (ان کے سفرِ حج کے دوران حضرتؒ کی علالت بڑھ گئی اور انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا) اُن کو لینے کے لیے میں پشاور ایئر پورٹ چلا گیا، سفرِ حج کی تھکاوٹ بھی تھی اور ابھی کھانا بھی نہیں کھایا تھا، تو راستے میں ڈیفنس کالونی میں ہمارا غریب خانہ پڑتا ہے، میں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے عرض کیا کہ گھر چلتے ہیں کھانا کھانے کے بعد ہسپتال چلے جائیں گے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تمہیں پتہ نہیں میری روح حضرت داجی (پشتو میں حضرتؒ اپنے گھر میں اسی لقب سے یاد کیے جاتے ہیں) کے لیے کتنی پریشان ہے! بدنی تھکاوٹ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مجھے سیدھا ہسپتال لے جائیں۔ مولانا کے حکم کے مطابق سیدھا ہسپتال چلے گئے۔ تین چار گھنٹے تک مسلسل علماء اور عقیدتمند بیمار پرسی کے لیے آتے رہے اور اپنے حصّے کی دعائیں لے کر جاتے رہے۔ میں مسلسل مشین سے حضرتؒ کے ہاتھ پیر دباتا رہا، اُن کے ساتھ ہی چارپائی پر بیٹھا تھا، مجھے آرام سے سرگوشی میں کہا کہ جب سب لوگ چلے جائیں تو چن لالا (حضرت مولانا سمیع الحق، جن کو گھر میں سب چھوٹے بہن بھائی اسی نام سے پکارتے ہیں) کو مت جانے دینا میں نے ضروری بات کرنی ہے، میں نے چن لالا کو اشارے میں بتا دیا کہ داجی کا فرمان یہ ہے۔ جب سارے علماء چلے گئے تو حضرت مولانا سمیع الحق کو اشارے سے بلا کر دونوں ہاتھ اس طرح کھولے کہ جیسے کسی بچے کو قریب لایا جا رہا ہو، اور ہو بھی یہی رہا تھا۔ حضرتؒ نے دونوں ہاتھ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے سر کے پیچھے رکھ کر اُن کے ماتھے کو خوب چوما اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور تقریباً ۴۵ منٹ طویل دعا فرمائی اور ساتھ ساتھ روتے رہے، دعا تو اب مجھے پوری طرح یاد نہیں مگر اس کا نچوڑ کچھ اس طرح سے تھا:ــــ "اے پاک ربّ العزت! میرے اس فرزند نے دین کی سربلندی کے لیے جو محنت کی ہے اور جو کرنے والا ہے یہ سب تیری ہی توفیق اور رحمت سے ہوئی ہے، اس میں ہمیں اور ان کو کامیابی عطا فرما، شریعت بل جو کہ سمیع الحق کی محنتوں کا ثمر ہے اُس کو قبول فرما" دعا کے دوران ہی حضرتؒ نے مولانا سمیع الحق کو چند احکامات دیئے جو کہ مجھے ابھی یاد نہیں اور پھر ان کو قریب کر کے دوبارہ چوما اور ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "اے ربّ العزت سمیع الحق کو قبول فرما" اور آنسو بہاتے ہوئے اُن کو گاؤں جانے کے لیے رخصت کیا۔

راستے میں بھی حضرت مولانا سمیع الحق روتے رہے اور جب ہم اپنے گھر کے قریب پہنچے تو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا:ـ

"ڈاکٹر صاحب! یہ معمول کی بات نہیں! کچھ ہونے والا ہے، یا تو حضرتؒ نے مجھے رخصت کر دیا ہے یا خود رخصت ہو رہے ہیں"

اور روتے ہوئے اپنے گھر پہنچے۔

(باقی صفحہ ۹۰۳ پر)

بقیہ از ص۸۵۸ سے

نفرت ہو تو وہ قدم چومتی ہے۔ انانیت معرفت خداوندی میں بہت بڑا حجاب ہے حصولِ علم کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بنالینا چاہیئے، حصولِ علم کی خاطر صبر و ضبط اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ وغیرہ

بلا مبالغہ اس کتاب کا ہر صفحہ ایمان و یقین کی ایسی پھلواری ہے جن کے پھولوں کی خوشبو سے مشامِ جان معطر ہو جاتا ہے اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

ع کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

ان ملفوظات سے دین کی گرہیں کھل جاتی ہیں اور ذہن سے تشکیک و انکار کا زہر کافور ہو جاتا ہے۔ پیرایۂ بیان انتہائی شگفتہ اور پرکیف ہے۔ کتاب ایک دفعہ شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

ملفوظات میں رشد و ہدایت کی باتوں کے علاوہ دفاعِ پاکستان اور نجاتِ اخروی کے حوالے سے جہادِ افغانستان کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے اور وطنِ عزیز کے کئی دوسرے اہم امور کے بارے میں بھی بڑی جامع اور پرمغز گفتگو کی گئی ہے، ان میں بعض بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات بھی ملتے ہیں اور بعض امراض بدنی و روحانی علاج کے لیے مجرب وظائف و اوراد بھی غرض یہ کتاب ہر لحاظ سے مطالعہ کے لائق ہے کوئی بھی قاری اس کو توجہ سے پڑھ کر گوناگوں برکات و فیوض سے متمتع ہو سکتا ہے۔

(ماہنامہ الحسنات لاہور اپریل ۱۹۹۰ئہ)

بقیہ از ص۸۰

مکرمی و محترم المقام حضرت العلامہ مولانا غلام مصطفےٰ صاحب زید مجدکم

سلام مسنون! امید کہ مزاج بالخیر ہوں گے۔

گراں قدر تحائف، مکتوبات نبوی اور مناسک الحج موصول ہوئے عزت افزائی اور یاد فرمائی پر بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں، مکتوبات نبوی کی اس قدر حسین اور شاندار اشاعت پر دلی شکریہ قبول فرمادیں اللہ پاک شرف قبولیت سے نوازے اور مزید علمی روحانی ترقیات اور زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کے مواقع فراہم فرمادے، آپ کی علمی و دینی خدمات سے گاہے گاہے آگاہی ہوتی رہتی ہے دل خوش ہوتا ہے اور اب مکتوبات کی اشاعت سے تو یقین جانیئے آپ سے خصوصی قلبی ربط پیدا ہو گیا ہے میری غائبانہ دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس کے بدلے آپ کو مزید علمی و روحانی ترقیات سے سرفراز فرمادے۔ قاری حافظ منظور الحق مدظلہ کو خط لکھنا ہو تو میرا اسلام عرض کردیجئے گا۔

عبدالحق عفرلہ

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

۱۷ صفر ۱۴۰۶ھ

بقیہ ص۹۱۹ سے

کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے قرب میں بہترین مقام عطا فرمائے اور یہ کہ اس قرارداد کی ایک نقل مرحوم کے لواحقین کو بھجوادی جائے۔"

اس بارے میں ہاؤس کی کیا رائے ہے۔

(آوازیں۔ منظور ہے)

قرارداد منظور کی گئی۔

ادارۃ العلم والتحقیق کی

عظیم تاریخی پیشکش

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

تاریخ و سوانح اور سیرت و افکار

تصنیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

عصرِ حاضر کے جلیل القدر عالم، عظیم محدّث و مربّی اور جہادِ افغانستان کے روحِ رواں و سرپرست، قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے سوانح حیات، علمی و روحانی کمالات اور انکی دینی، اصلاحی، تربیتی اور سیاسی خدمات کا مفصل تعارف اور جامع تذکرہ

دفتر: ادارۃ العلم والتحقیق، دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ۔